زکوٰۃ کے نصاب کا معیار سونا یا چاندی؟

اور چاندی کے معیار کی وضاحت!

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

زکوٰۃ کے دونوں نصاب کی وضاحت کر کے بتائیں کہ یہ دونوں معیار کیوں مقرر کیے گئے ہیں؟ دونوں کو فالو کیسے کیا جائے گا؟ اگر کسی گھر میں صرف سونا تو موجود ہو تقریباً ایک ڈیڑھ تولہ، اور چاندی بالکل نہ ہو تو کیا وہ گھر بھی صاحبِ نصاب ہوگا؟ آج کل ایک بات چلی ہوئی ہے کہ چاندی کو ہی معیار مانا جائے تو پھر سونے کا معیار کیوں مقرر کیا گیا ہے؟

مستفتی: محمد عامر

الجواب حامدًا و مصليًا

واضح رہے کہ اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ کے نصاب میں سونا اور چاندی دونوں ہی معیار ہیں، کیوں کہ دونوں ثمن ہیں، ہاں! اگر کسی کے پاس صرف سونا ہو اور کوئی مالِ زکوٰۃ نہ ہو تو ساڑھے سات تولہ سونا نصاب ہے، اور اگر اس سے کم ہوگا تو نصاب پورا نہیں ہوگا۔ اور اگر صرف چاندی ہو تو ساڑھے باون تولہ چاندی یعنی 612.41 گرام چاندی نصاب ہے، لیکن اگر مخلوط نصاب ہو یعنی کچھ سونا اور کچھ چاندی یا نقدی یا مالِ تجارت ہو تو اس صورت میں نصاب کا معیار سونے کو بنایا جائے گا؟ یا چاندی کو؟ اس بارے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔ البتہ راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ اس میں چاندی کے نصاب کو معیار بنایا جائے گا، کیوں کہ نصاب میں اصل چاندی ہے اور حضور ﷺ کے زمانے میں سونے کو چاندی کے تابع کیا گیا تھا کہ ایک دینار، ۱۰ دراہم کے برابر تھا تو ۲۰ دینار ۲۰۰ درہم کے برابر ہوگئے، اس لیے سونے کا نصاب ۲۰ مثقال مقرر کیا گیا۔ لہٰذا جب مال مخلوط ہو تو چاندی ہی کو نصاب بنایا جائے گا اور اس میں آج کل فقیروں کا نفع بھی زیادہ ہے۔ ’’حجة الله البالغة‘‘ میں ہے:

’’الذهب محمول على الفضة، وكان في ذٰلك الزمان صرف دينار بعشرة دراهم، فصار نصابهٗ عشرين مثقالا.‘‘(مقادير الزكوٰة، ج:۲،ص:۱۳۰، زمزم پبلشر)

''بدائع الصنائع'' میں ہے:

''فإن كان لهٗ فضة مفردة فلا زكاة فيها حتى تبلغ مائتي درهم وزنا وزن سبعة، فإذا بلغت ففيها خمسة دراهم لما روي أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - لما كتب كتاب الصدقات لعمرو بن حزم ذكر فيه الفضة ليس فيها صدقة حتى تبلغ مائتي درهم، فإذا بلغت مائتين ففيها خمسة دراهم.''

(بدائع الصنائع، كتاب الزكوٰة، فصل: وأما الأثمان المطلقة، ج:٢، ص:١٦، ط: سعيد)

''بدائع الصنائع'' میں ہے:

''فأما إذا كان له ذهب مفرد فلا شيء فيه حتى يبلغ عشرين مثقالا، فإذا بلغ عشرين مثقالا ففيه نصف مثقال، لما روي في حديث عمرو بن حزم "والذهب ما لم يبلغ قيمته مائتي درهم فلا صدقة فيه، فإذا بلغ قيمته مائتي درهم ففيه ربع العشر." وكان الدينار علىٰ عهد رسول الله - صلى الله عليه وسلم - مقومًا بعشرة دراهم.''

(بدائع الصنائع، فصل: وأما صفة نصاب الذهب، كتاب الزكوٰة، ج: ٢، ص: ١٨، ط: سعيد)

''بدائع الصنائع'' میں ہے:

''وإذا كان تقدير النصاب من أموال التجارة بقيمتها من الذهب والفضة وهو أن تبلغ قيمتها مقدار نصاب من الذهب والفضة، فلا بد من التقويم حتى يعرف مقدار النصاب، ثم بماذا تقوم؟ ذكر القدوري في شرحه مختصر الكرخي أنه يقوم بأولى القيمتين من الدراهم والدنانير حتى إنها إذا بلغت بالتقويم بالدراهم نصابا ولم تبلغ بالدنانير قومت بما تبلغ به النصاب. وكذا روي عن أبي حنيفةؒ في الأمالي أنه يقومها بأنفع النقدين للفقراء. وعن أبي يوسفؒ أنه يقومها بما اشتراها به، فإن اشتراها بالدراهم قومها بالدراهم وإن اشتراها بالدنانير قومها بالدنانير وإن اشتراها بغيرهما من العروض أو لم يكن اشتراها بأن كان وهب له فقبله ينوي به التجارة قومها بالنقد الغالب في ذٰلك الموضع. وعند محمدؒ يقومها بالنقد الغالب علىٰ كل حال وذكر في كتاب الزكاة أنه يقومها يوم حال الحول إن شاء بالدراهم وإن شاء بالدنانير.''

(بدائع الصنائع ، كتاب الزكوة، فصل: صفة الواجب في أموال التجارة، ج: ٢، ص: ٢١، ط: سعيد)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
ابوبکر سعید الرحمٰن	محمد شفیق عارف	عبداللہ خدا بخش
		تخصصِ فقہِ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی